دیباچہ

اردو شاعری کی طویل تاریخ اور قدیم روایت میں مرثیہ نگاری کو ہمیشہ سے اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ صنف سخن کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اردو شاعری کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ گوئی کا آغاز ہو گیا تھا جو کہ آج تک اردو شاعری میں ایک صنف سخن کر طور پر موجود ہے۔ مرثیے کا موضوع واقعہ کربلا ہے۔ جو ابتدا سے آج تک مرثیے میں موجود رہا ہے۔ مگر اس کی ہیت اور اجزائے ترکیبی ہمیشہ سے تغیرات کا شکار رہے ہیں۔ قدیم شاعری میں شعرا کو اختیار حاصل تھا کہ وہ مفرد، مثلث، مربع، مخمس، مسدس، ترکیب بند، ترجیع بند غرض جس صورت میں چاہتے مرثیے کہتے۔ لیکن جب مرثیہ دکن اور دہلی سے ہوتا ہوا لکھنو میں میر ضمیر کے عہد تک پہنچا تو اس کی ہیت اور اصول وضوابط مقرر کر دیئے گئے۔ لیکن جوش ملیح آبادی اور ان کے ہم عصر شعرا نے مرثیے کے داخلی اور خارجی عناصر کو توڑ پھوڑ کر مرثیے کی نئی صورت پیش کی۔ جس کو ''جدید مرثیہ'' کے نام سے پکارا گیا۔ جوش ملیح آبادی کے دور کے بعد ایسے مرثیہ نگار موجود رہے جو قدیم کلاسیکی طرز پر مرثیہ نگاری کرتے رہے۔ کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے قدیم اور جدید انداز کو ملا کر ایک نئی طرز متعارف کروائی۔ لیکن مجموعی طور پر مرثیہ میر انیس اور مرزا دبیر کے عہد کے مرثیے سے مختلف صورت اختیار کر گیا۔ قدیم دور ہو یا جدید دور مرثیہ نگاری ہر دور میں نمایاں صنف سخن کے طور پر موجود رہی۔

محققین اور ناقدین نے دیگر اصناف ادب کی طرح صنف مرثیہ کو تنقید اور تحقیق کا موضوع بنایا۔ مرثیے کے موضوع پر کتابیں، مضامین، رسائل اور تحقیقی وتنقیدی مقالے سامنے آئے جو کہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ میرے ذمے اردو مرثیے اور مرثیہ نگاروں پر لکھی جانے والی صرف مطبوعہ کتب کا تجزیہ کرنا تھا۔ کام کے آغاز کے بعد اس موضوع کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ ہوا۔ صرف میر انیس کے موضوع پر ہی کام اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ اس کا احاطہ کرنا پورے ایک مقالے کا الگ سے موضوع بن سکتا تھا، کجا یہ کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ صدیوں پر پھیلی ہوئی مرثیے کی تاریخ اور مرثیہ نگاروں کے کارناموں پر کیا کیا کام سامنے آچکا اور ناقدین مرثیہ اس کام کے کس کس زاویے اور پہلو پر قلم فرسائی کر چکے ہیں۔ اردو تذکروں سے لے کر آج تک سینکڑوں ایسی تنقیدی اور تحقیقی کتب سامنے آچکی ہیں جس میں مرثیہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ زیر نظر مقالے میں ان تمام شائع شدہ کتب کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کا براہ راست موضوع مرثیہ یا مرثیہ نگار ہیں۔ ان کتابوں میں مرثیے کی تاریخ پر اور مرثیہ نگاروں کے بارے میں لکھی گئی کتابیں بھی شامل ہیں اور ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جن میں مرثیے کے موضوع

پر لکھے گئے مضامین کو یکجا کیا گیا ہے۔ مرزا دبیر کا انیس کی طرح تفصیل سے ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ دبیر شناسی کی روایت کا مفصل جائزہ میں نے اپنے ایم فل کے مقالے میں پیش کیا تھا البتہ تاریخی تسلسل قائم رکھنے کے لیے انیس سے پہلے کے شعرا کے ساتھ ان کا مختصر ذکر ضرور کر دیا ہے۔

اپنے اس دائرہ کار میں رہتے ہوئے یہ مقالہ چھ بنیادی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول: صنف مرثیہ کو موضوع بنا کر جو تحقیق اور تنقید کی گئی ہے، اس باب میں اس نوعیت کے سارے مواد کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم: قدیم مرثیہ نگاروں سے لے کر مرزا دبیر تک کے تمام مرثیہ نگاروں پر مرثیہ شناسوں نے جو کچھ لکھا، اس باب دوم میں اس کا جائزہ شامل کیا گیا ہے۔

باب سوم: میر انیس اردو مرثیے کے صف اول کے شاعر ہیں۔ ان کے مرثیے ادبی محاسن سے مالا مال ہیں۔ اس وجہ سے مرثیہ شناسوں کا رجحان میر انیس کی مرثیہ نگاری کی طرف بہت نمایاں رہا۔ باب سوئم میں میر انیس کے حوالے سے ہونے والے کام کا احاطہ اور تجزیہ کیا گیا ہے۔

باب چہارم: میر انیس اردو مرثیے کے بے تاج بادشاہ تھے۔ مگر اردو مرثیے کو میر انیس کے بعد بھی ایسے باکمال شعرا میسر آئے جنھوں نے اپنے فکر و فن کی مدد سے مرثیے کی وسعتوں میں اضافہ کیا اور اس کو اپنے دور کی دوسری اصناف کے مقابلے میں قائم و دائم اور مقبول بنائے رکھا۔ باب چہارم میں میر انیس کے عہد کے مرثیہ نگاروں سے لے کر جوش سے پہلے تک کے ان تمام مرثیہ نگاروں کا ذکر کیا گیا ہے جن پر مرثیہ شناسوں نے تنقیدی اور تحقیقی کام کیا ہے۔ اس باب میں شعرا کی زمانی ترتیب کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

باب پنجم: جدید مرثیہ نگاری کا رجحان بیسویں صدی عیسوی کے آغاز سے نظر آنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ رجحان اتنی تقویت حاصل کر گیا کہ اس دور کے مرثیہ نگاروں کی ایک بڑی تعداد اس سے متاثر نظر آئی۔ مرثیہ شناسوں نے اس دور کو ''جدید مرثیہ نگاری'' کے نام سے موسوم کیا۔ باب پنجم میں اس دور کے تمام شعرا کا ذکر کیا گیا ہے جن کو مرثیہ شناسوں نے ان کے کام کی وجہ سے اہمیت دی اور اپنی تنقید و تحقیق کا موضوع بنایا۔ اس باب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں جدید مرثیے کے موضوع پر مباحث کو شامل کرنے کے علاوہ ایسے مرثیہ نگاروں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے موضوع پر کم از کم ایک مکمل کتاب ضرور موجود ہے۔ دوسرے حصے میں جدید مرثیے کے دیگر شعرا کا ذکر زمانی ترتیب سے کیا گیا ہے۔

باب ششم: مقالے کا یہ آخری باب گذشتہ ابواب کے مجموعی جائزے پر مبنی ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد اردو مرثیہ شناسوں کی تنقیدی و تحقیقی کاوشوں کے معیار اور مقدار کا تعین ہو سکے گا اور مرثیہ شناسوں کی خدمات کا اندازہ لگانا آسان ہو جائے گا۔ مقالے کی تیاری میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے مقالے کے آخر میں ''کتابیات'' کے عنوان سے ان کا

ذکر شامل ہے۔

پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کرتے وقت بیشتر سکالرز عمر کے اس دور میں ہوتے ہیں جہاں معاشرتی اور گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ ملازمت اور اہل خانہ کی مصروفیات بھی پورے عروج پر ہوتی ہیں۔ ایسے حالات میں تحقیقی وتنقیدی کاموں کے لیے تسلسل سے وقت میسر آنا بہت دشوار ہے۔ ٹکڑوں کی صورت میں دستیاب اس وقت میں بھی بہت سی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈالنا پڑتا ہے۔ میں بھی کم از کم اس مقالے کی تیاری کے آخری برس میں اپنی ذمہ داریوں سے اسی طرح آنکھ مچولی کھیلتی رہی۔ لیکن خدا کا ہزار بار شکر ہے کہ سسرال والوں کے ہر فرد نے میری ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اٹھایا اور ہمت بھی بندھائی، عظمی، معصومہ، منتہا اور فاطمہ اور خاص طور پر نور العین نے میری ذمہ داریوں کو بانٹنے میں میری جو معاونت کی اس کے لیے ان کی شکر گزار ہوں۔ نور العین کے بعد میں ذیشان کی والدہ (خالہ جان) کی ممنون ہوں کہ جنھوں نے میری ماں کے گزر جانے کے بعد میری ماں طرح میرا خیال رکھا اور زندگی کے ہر مرحلے اور معاملے میں میرا ساتھ دیا۔ خدا ان کا سایہ سلامت رکھے (آمین)۔ علی کی بھی شکر گزار ہوں کہ اس نے مقالے کی کمپوزنگ میں مدد کی۔ شادی کے بعد میری ہر خوش نصیبی کا سلسلہ بزرگوں کی دعاؤں کے بعد اُن سے جا ملتا ہے جنھوں نے مجھے اپنی شریک حیات ہونے کا فخر بخشا۔ میری زندگی کی ہر کامیابی میں ان کا ساتھ شامل ہے۔ جو شخص ذرے کو آفتاب کر دے اس کا شکریہ کن لفظوں میں ادا ہو سکتا ہے؟ مجھے ابھی ایسے الفاظ نہیں ملے۔

مقالے کی تیاری کے آخری دنوں میں بھانجوں، بھتیجوں وغیرہ سے دور رہنا بڑا گراں گزرتا تھا۔ بالخصوص اپنے والد صاحب اور اپنی بیٹی شایم بتول کو نظر انداز کرنا سب سے دشوار کام تھا۔ وطن سے دور جا بسنے والوں میں تقی عباس اور احسن عباس کی یاد بھی دل کو بہت اداس کرتی رہی۔ مگر سب طرح کے حالات میں کام جاری رکھا کیونکہ یہ میرے والد اور والدہ (مرحومہ) کا خواب اور میرا شوق تھا۔

نوید صاحب، زاہد صاحب، عمران صاحب اور منظور صاحب کی بھی شکر گزار ہوں کہ جی سی یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں کتابوں کی دستیابی ان کی موجودگی میں بالکل دشوار نہ تھی۔ ان کے حسن سلوک کا فائدہ اٹھا کر انھیں بار بار کتابوں کی تلاش کی زحمت دیتی رہی۔ محمد نعیم صاحب (سینئر لائبریرین) کا بھی شکریہ کہ جو سکالرز کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے ذاتی طور پر زحمت اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مقالے کے تیاری کے دوران میں انھیں بھی کتابوں کے سلسلے میں بار بار زحمت دی۔ انہوں نے ہر بار خوش دلی سے کتابیں فراہم کیں۔ میرے احباب میں سید عمران حیدر نے بھی کتابوں کی فراہمی میں میری مدد کی۔ میں ان کے ممنون ہوں۔

دوستوں میں سر سفیر حیدر کا ذکر ضروری ہے۔ انھوں نے مقالے کی تیاری کے دوران میری مدد کے جتنے ارادے باندھے، اور وقتاً فوقتاً ان کو جس خلوص کے ساتھ نبھایا، اس کے لیے میں ان کی ممنون ہوں۔ ان کی خوش بیانی نے زندگی اور

مقالے کے پریشان کن مرحلوں میں میری جس طرح حوصلہ افزائی کی وہ یادگار ہے۔

محمد سعید صاحب کی محبت، رہنمائی اور سچے خلوص کا حقیقی حق ادا کرنا میرے لیے مشکل ہے کیونکہ وہ ایک کامیاب محقق ہی نہیں ایک بہترین انسان بھی ہیں۔ طالب علم ہوں یا ملنے جلنے والے سب ان کے خلوص کے معترف ہیں۔ انھیں رشتوں اور تعلقات کے تقدس کو خوب نبھانا آتا ہے۔ مقالے کے دوران انھوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی۔ ایک شفیق استاد کی طرح اور ایک مہربان بھائی کی طرح۔ میں تہہ دل سے ان کی بھی شکرگزار ہوں۔

شاہد رضا موسوی صاحب کی بھی بے حد شکرگزار ہوں جن کو میں وقت بے وقت فون کر کے مطلوبہ کتابیں کراچی سے منگواتی رہی اور انھوں نے یہ نادر اور قیمتی کتابیں مجھے بھجوانے میں ذرا برابر تاخیر نہ کی اور اس پر کمال مہربانی یہ کہ شکریہ تک کے امیدوار نہیں ہیں۔

مقالے کے لیے موضوع کا انتخاب ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ میں سرسہیل احمد خاں صاحب اور پروفیسر طارق حسین زیدی صاحب کی بالخصوص شکرگزار ہوں کہ انھوں نے میری استطاعت اور طبیعت کے رجحان کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے مرثیے کے موضوع پر کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ان دونوں اساتذہ سے میں نے صرف پڑھا ہی نہیں بہت کچھ سیکھا بھی ہے جو تمام عمر کام آئے گا۔ میں اپنے محترم نگران جناب ڈاکٹر سید سعید مرتضٰی زیدی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جن کے ہوتے ہوئے مجھے مقالے کے کسی مرحلے کو طے کرنے میں دقت پیش نہیں آئی۔ ان سے مل کر ہمیشہ کام کرنے کی لگن میں اضافہ ہوا اور میں زیادہ دلجمعی سے کام کر سکی۔ انھوں نے ایک مہربان، مددگار اور شفیق رہنما ہونے کے سبھی تقاضے پورے کیے ہیں۔

مقالہ جمع کروانے کے آخری دن بڑے تھکا دینے والے تھے۔ ہر بات مکمل ہو جانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ اضافے اور ترمیم کی صورت نکل رہی تھی۔ اردو کے صدر شعبہ پروفیسر شفیق عجمی کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ جنھوں نے اس دورانیے میں ہمدردی اور شفقت برتتے ہوئے میری ہمت افزائی کی۔ انہی کی مہربانی کی بدولت میں تسلی کے ساتھ اپنا کام مکمل کر سکی۔

آخر میں میری دعا ہے کہ میری یہ تحقیقی کاوش بتوسل محمدؐ و آل محمدؑ، خدا کی بارگاہ میں قبولیت پا سکے اور نئے مرثیہ شناسوں کے کام آ سکے۔

سیدہ مصباح رضوی

۱۳۔ نومبر ۲۰۱۱ء